اداریہ

ماہِ رمضان اور قیامِ پاکستان

ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے۔ اِمسال مقدس ماہ کی ابتدا بھی، جمعہ کے مبارک دن سے ہورہی ہے، دو بہاریں گویا بیک وقت صحنِ غریباں میں خیمہ زن ہیں۔ بندگانِ الٰہی کیلئے، بارگاہِ ربانی میں احسان وشکر کی بجا آوری کا، اس سے مناسب موقع اور کیا ہوسکتا ہے کہ ملائکہ سی نورانی مخلوق، جن کے دامانِ پاک معصیتِ الٰہی کے غبار سے کبھی آلودہ نہیں ہوتے، اپنے پاکباز وجود کے ساتھ، پیکرانِ سہو وخطا کے سائبان بن جاتے ہیں۔ یہ روح پروَر اور ایمان اَفروز منظر، رحمٰن دُنیا کی رحمتِ خاص کا قرینہ استحقاق ہوتا ہے۔

کتنے ہی نام ہیں جو عامِ رفتہ کے انہی اَیام میں، ایمانی جوش و جذبہ کے ساتھ رمضان المبارک کا خیر مقدم کر رہے تھے لیکن مرورِ ایام کی سبک رفتاری اور بعدِ زمانہ کی بے رحمی دیکھئے کہ آج وہ مردَم شماری کی فہرست سے خارج کر دیئے گئے ہیں اور انتہائی قریبی ورثا تک نے انہیں بھلا چھوڑا ہے، مگر ہمارا تارِنفس ابھی قائم ہے کہ ماہِ رمضان کے لحظوں کو کام میں لا کر اپنی سعادت مندی اور خوش بختی کا سامان پیدا کریں۔ حیاتِ مستعار میں یہ چند روزہ اِضافہ، ایک عام مسلمان کو بھی شہیدانِ راہِ حق کا مقامِ ذی شان عنایت فرما دیتا ہے، کیونکہ اُن کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور وہ نیکی و پارسائی کے پرکیف لمحات سے پہلے ہی باری تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو چکے ہیں جبکہ بقیدِ حیات مسلمان کے اعمالِ صالحہ بتدریج جاری ہیں جو اس کی رفعتِ مقامی اور بلند مرتبی کا باعث بنتے ہیں۔

ماہِ رمضان کا دوسرا نام ماہِ غفران ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ عفو وبخشش کے دروازے کھول دیتے ہیں اور جو شخص ایمان و اِحتساب کے ساتھ دن کا روزہ رکھتا اور رات کا قیام کرتا ہے، ہر دو عمل پر اس کے نامہ اعمال کی سیاہ کاری پر خطِ تنسیخ کھینچ کر، سابقہ تمام

معاصی حرفِ غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اگر توبہ نصوح کی دولت ہاتھ لگ جائے تو تمام گناہوں کو، اُنکے بقدر نیکیوں میں تبدیل کردیا جاتا ہے، یہ جرمِ خانہ خراب پر عفوِ بندہ نواز کی صرف ایک مثال ہے، لیکن وائے نامرادی! بعض حرماں نصیب اس ربانی مہمان کی کما حقہ میزبانی نہ کر کے دُنیا و آخرت کی شقاوت کا مقدر ٹھہرتے ہیں۔

رمضان المبارک مسلمانانِ عالم کیلئے سراسر رحمت ہی رحمت ہے۔ حق و باطل کی تاریخی کشاکش اسی ماہ سے تعلق رکھتی ہے جس میں نوازشِ الٰہی سے حق کو فتح و غلبہ نصیب ہوا اور باطل کو مغلوب ہو کر نیست و نابود ہونا پڑا۔ اسی ماہ میں نزولِ قرآن کا آغاز ہوا، اسی میں بدرِ کبریٰ کا خون ریز معرکہ پیش آیا، اسی میں فتحِ مکہ کی تاریخی کامیابی حاصل ہوئی اور اسی میں ملکِ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ ان واقعات کو رمضان المبارک سے ایک خاص نسبت ہے اور چند چیزیں، جو دَراصل روحِ اسلام ہیں، ان سب میں قدرِ مشترک ہیں کہ صیامِ رمضان ہوں یا احکامِ قرآن، غزوہ بدر ہو یا فتحِ مکہ، یہ تمام اجتماعی زندگی میں صبر و ثبات، ایثار و قربانی اور ہمدردی و غمگساری کا درس دیتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کو فرقانِ حمید کا نام دیا گیا ہے جو دستوری اور قانونی اعتبار سے حق و باطل کو پرکھنے کا پیمانہ و میزان ہے۔ غزوۂ بدر کو بھی یومِ فرقان کہا جاتا ہے کہ حق و باطل کا جو تصور قرآنی اوراق میں مذکور ہے یہ اس کی پہلی عملی مشق تھی اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے عملی اظہار کا ابتدائی مرحلہ تھا جو معرکۂ بدر کی صورت میں ہویدا ہوا جس میں ایک عالم نے حق کی تائید و حمایت میں معصیتِ ربانی اور نزولِ ملائکہ کا نظارہ کیا۔ فتح بدر دراصل نصرتِ الٰہی کا دیباچہ تھی جبکہ وہ لمحۂ مبارکہ جس کی بشارت ﴿ إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ﴾ میں دی گئی تھی اور وہ معجزاتی صدا، جسے مسلمان ﴿ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ﴾ کے الفاظ میں صبح و شام پڑھ سن رہے تھے، اس کا اتمام و اِکمال ابھی باقی تھا۔ تاکہ پیغمبرِ اعظم اپنی ۲۳ سالہ محنت کو اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی، انقلابِ عظیم کی صورت میں ثمر بار ہوتا دیکھ سکے اور تاکہ رہتی دُنیا کے مسلمان اس حقیقت کو اپنے عقیدہ و ایمان کا جزوِ لاینفک بنالیں کہ فتح و نصرت بالآخر حق اور اہلِ حق ہی کا مقدر ہوتی ہے۔

فتحِ مکہ کے موقع پر جو تصادُم و کشاکش نقطۂ اِنجماد پر پہنچ چکا تھا، تیرہ صدیاں بعد وقت کی گنگا اُلٹی سمت بہنا شروع ہوئی اور حق و باطل کی اس کشمکش کا دوبارہ آغاز ہوگیا۔ یورشِ فرنگ نے خلافتِ عثمانیہ کی قبا چاک کردی۔ مرکز سے منسلک ملتِ اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور اُمتِ مرحومہ کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ اسلامیانِ برصغیر کو استعمار و سامراج کے بے رحم استبدادی پنجوں نے رُبع صدی تک اپنے چنگل میں جکڑے رکھا۔ زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور دن دیہاڑے اُچکے جانے کا خوف انہیں دامن گیر رہتا تھا۔ بالآخر ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء بمطابق ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کو جد و جہد آزادی کی خونین ناؤ ساحلِ مراد پر آن لگی اور پاکستان ایک اسلامی ریاست کی شکل میں نقشۂ عالم پر نمودار ہوگیا لیکن یہ ملک کسی حادثاتی عمل کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس کے حصول کیلئے بے شمار قیمتی جانوں کے نذرانے پیش کرنا اور خون کی ندیاں عبور کرنا پڑی تھیں۔ تب کہیں جا کے دُنیا کو ہمارے وجود کا اِحساس ہوا تھا کہ یہاں مسلم نام کی بھی کوئی قوم آباد ہے، جن کے اُصولِ حیات خود ساختہ انسانی قوانین سے نہیں بلکہ ما أنزل الله کے الہامی قانون سے ماخوذ ہیں اور جو ان اُصولوں کی پاسداری میں بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ یہ جذبات پر مبنی محض انشا پردازی نہیں، تاریخ کے وہ مسلّمہ حقائق ہیں جو ہر کوئی بچشمِ خود مشاہدہ کر سکتا ہے اور جنہیں اگر جھٹلا دیا جائے تو تاریخ اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے، یہ دراصل اس عہدِ کہن کی تجدیدِ نو تھی جو مہاجرینِ مکہ کے قلب وضمیر کی آواز تھا کہ وہ بھی اسلامی اُصول پر اپنی اجتماعیت استوار کرنے کیلئے کسی خطۂ اَرضی کی تلاش میں نکلے تھے۔ مہاجرینِ مکہ اور مہاجرینِ ہند میں مقصدیت کی یہ ہم آہنگی بلاشبہ، ہجرتِ پاکستان کو 'ہجرتِ صغریٰ' سے تعبیر کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ کی عملی تصویر تھے، انہیں اپنی جان پر کھیل کر بھی مفادِ عامہ اور ناموسِ اسلام کی لاج رکھنا آتا تھا، مذکورہ وقائع میں ایثار وقربانی ہی کا جذبہ موجزن تھا۔ بالکل یہی مقصد فرضیتِ صیامِ رمضان میں بھی کار فرما ہے۔ احساسِ غربا کیلئے بھوکا پیاسا رہنا، احکامِ

شریعہ میں ہوائے نفس کو دَبانا، غزوات و معارک میں رگِ جان کٹوانا اور وطنِ عزیز کی خاطر متاعِ حیات لٹانا آخر یہی تو غمازی کر رہے ہیں کہ اَرفع و اَعلیٰ اَہداف و مقاصد کا حصول نہایت گراں مایہ ہے اور جو شخص لذت کام و دہن کا بندہ ہو، جس کا دل حریفانہ کشاکش سے لرزتا یا جذبۂ قربانی سے گھبراتا ہو، وہ اس بازارِ جنس کا خریدار نہیں ہے۔ اسے کسی اور دُنیا میں چلے جانا چاہیے جہاں خودغرضی، مفاد پرستی اور اَقربا پروری کو اجتماعی مفاد پر مقدم رکھا جاتا ہو، جہاں مقاصدِ عظیمہ کی خاطر دی جانے والی قربانیاں پاگل پن قرار پاتی ہوں اور جہاں لوگ اپنے اسلاف کے کارناموں کو فراموش کر چکے ہوں یا انہیں نہایت اَرزاں قیمت پر فروخت کر دیا گیا ہو کہ یہی قربانی ہمارا ورثہ اور یہی اَسلاف ہمارا سرمایہ ہیں اور ایثارِ اسلاف کے ناسپاس کو یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ یہ وطن آخر قربانی کا حاصل اور ایثار کا ثمرہ ہے۔ (آصف جاوید)

متعلم ثانية كلية القرآن

☆ ...... ☆ ...... ☆

جوانو! ...... ذرا سنبھل کر

پاکستان کے اسلام بیزار ماحول کی کٹھن فضا شابانِ ملت کیلئے دعوتِ فکر ہے۔ میری مراد وہ نوجوان وجود ہیں جن کا خونِ تازہ ابھی مصلحت و منافقت کی غلاظتوں سے پاک ہے، جن کے دِلوں میں ایک تڑپ موجود ہے، جو مظلوموں کا دَرد اپنے جگر میں محسوس کرتے ہیں، جو معصوموں کی آہ و بکا پر لبیک کہنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں اور جو مصلحت کیشی اور حکمتِ عملی کو بزدلی سے تعبیر کر کے جان کی بازی لگانے سے بھی دَریغ نہیں کرتے۔ میری مخاطب وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جن کے شب و روز فرشتوں کی دُعاؤں میں بسر ہوتے ہیں، جن کے دل محبتِ الٰہی سے معمور ہیں، جن کی میراث انبیاؑ کی تڑپ اور قربانی